

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظرات

ہمارا خدا ایک ہے۔ نہ صرف ایک ہے بلکہ وحدہ لا شریک ہے، ہمارا دین ایک ہے۔ ہمارا کعبہ ایک ہے۔ ہمارا رہنما اور پیغمبر ایک ہے۔ ہمارا قرآن ایک ہے۔ ہمارا فائدہ ایک ہے اور نقصان بھی ایک ہی ہے ہمارا مقصود ایک ہے اور مطلوب بھی ایک ہے۔ اچھا تو پھر

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

ابھی ابھی پچھلے سہینہ میں دنیا کے ہر حصہ سے لاکھوں یعنی گیارہ لاکھ سے زائد خدا پرستوں نے عرفات کے میدان میں، شاعر حرام میں، وادی منی میں اور عبادت الہی کے لئے تعمیر کی ہوئی پہلی مسجد کعبہ شریف کی دیواروں کے سایہ میں ایک بار نہیں بار بار، اور بار بار ہی نہیں بلکہ حرکات و سکنات کے ہر موقع پر اپنے خالق اور ساری کائنات کے خالق کے سامنے لبیک لبیک کی پر عزم اور مضبوط آوازوں میں اپنے اس ازلی و ابدی عہد کو دہرایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے، گوروں اور کالوں کے بنانے والے اور عربی و عجمی کو وجود میں لانے والے خدائے بزرگ و برتر کی آواز پر کان دھریں گے، اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ اس آواز کے خلاف کسی آواز کی اطاعت کبھی نہیں کریں گے۔ جو کچھ کریں گے صرف اسی کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے کریں گے۔ نعمت ایمان اسی نے دی ہے، اور شکر بھی اسی کا واجب ہے۔

یہ اقرار اور بار بار اقرار، اور اس کے بعد عمل سے گریز، خدا کی پناہ کیسی

صریح مناقت ہوگی۔ ایسی صریح اور اس قدر گہناؤنی مناقت کہ اس کے بعد
 لہم خزی فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة لہم عذاب عظیم، کی آسمانی وعید کے
 سوا کچھ اور نہیں مل سکتا۔ اور آخرت کی سزائے عظیم تو جب ہوگی تب
 ہوگی۔ دنیا کے عام قوانین فطرت کے بموجب بھی سوچنا چاہئے، ہمارے زعماء
 اور ارباب اختیار کو بھی سوچنا چاہئے اور ہمارے عوام کو بھی سوچنا چاہئے۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

یہ بڑی اچھی بات ہے کہ قریبی وقت میں یعنی اس ماہ (فروری ۱۹۷۴ء) کی
 ۲۲ تاریخ کو لاہور میں مسلم سربراہان ممالک کا اجتماع ہو رہا ہے۔
 ہماری بڑی امیدیں اس اجتماع سے وابستہ ہیں، اور اگر اس اجتماع سے بھی
 مسلمانوں کے مابین اتحاد افکار و اتحاد اعمال کی امیدیں وابستہ نہ ہوں تو اور
 کس سے وابستہ ہوں گی۔؟

یہی وہ حضرات ہیں جن کے ہاتھوں میں آج کل زمام اختیار ہے یہی وہ
 حضرات ہیں جن کو مسلمانوں نے اپنی گردنوں اور اپنی عزت کا محافظ قرار
 دے کر اپنی اپنی جگہ پر اختیارات سپرد کئے ہیں، اور یہی وہ حضرات ہیں
 جو زمین پر اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے اپنے ہر فکر و عمل کے لئے جواب
 دہ ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدائے بزرگ و برتر قیامت کے میدان میں
 حساب لے گا اور بڑا ہی سخت حساب لے گا۔ ہماری دعا ہے کہ یہ لوگ دنیا
 اور آخرت میں دونوں جگہ سرخرو ہوں۔ خدا ان کے دلوں میں اخلاص و یقین،
 ان کے ذہنوں میں فراست و دانائی اور ان کے ارادوں میں عزیمت و استواری
 عطا فرمائے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔
 اب ان واجب الاحترام قائدین سے زیادہ رعیت کے بارے میں خدا کے سامنے

جواب دہ ہونے والا کہاں سے لایا جائے گا۔

قومیں ارباب اختیار اور مدعیان علم کی غلط انگاری، غلط نگاہی اور غلط کاریوں سے برباد ہوجاتی ہیں۔ جب کسی قوم پر تباہی آنے والی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس قوم کے ارباب اختیار اور ارباب علم و دانش گمراہی کے راستہ پر چل پڑتے ہیں، اور اس کے بعد عوام ان کی اتباع کرکے تباہی کے گڑھے میں گرتے ہیں۔

خدا کرے یہ ارباب اختیار جو ہزاروں، لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اور اربوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے اور ان کی بہبود کے لئے تدابیر سوچنے کو جمع ہو رہے ہیں۔ ایمان اور یقین سے ان کے سینے مملؤ ہوں۔ ایمانی بصیرت اور فراست مومن سے ان کے دماغ آراستہ ہوں، اور وہ یہ حقیقت ہر وقت یاد رکھیں کہ :-

وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم

اگرچہ یہ دنیا عالم اسباب ہے لیکن ہمیشہ اور ہر موقع پر، اسباب اور صرف اسباب ہی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوتے، اور اگر ایسا بہ ظاہر دکھائی بھی دے تو یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ :-

خدا کی رضا جب کوئی بندہ حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس بندہ ہی کے ہاتھوں سے ایسے اسباب مہیا کردیتا ہے جن کی وجہ سے اسے کامیابی و کامرانی حاصل ہوجاتی ہے۔

چونکہ یہ اجتماع بہت بڑے اور عظیم الشان مقصد کے لئے ہو رہا ہے اور وہ مقصد ہے مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق اور اس ذریعہ سے دنیا میں پائیدار امن کا قیام، اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس اجتماع کو اتنے ہی بڑے خطرات بھی درپیش ہیں، یہ صحیح ہے کہ عوام چاہے کسی ملک کے ہوں، اور چاہے کسی مذہب و ملت کے پابند ہوں، ہمیشہ امن پسند

ہوتے ہیں، لیکن بعض لوگوں کے مفاد کو قیام امن سے نقصان بھی پہنچتا ہے اور نقصان پہنچنے کا یہی اندیشہ ان کو امن عالم کی ہر تدبیر کے خلاف سازشیں کرنے پر تیار رکھتا ہے۔ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ دنیا میں حقیقت کوئی پائیدار امن قائم ہو جائے۔ اس لئے اس اجتماع کے مقاصد کو نقصان پہنچانے اور اسے ناکام بنانے کی سازشوں سے یہ لوگ باز نہیں آ سکتے۔

ان میں سے دو قسم کے خطرات تو صاف نظر آ رہے ہیں۔

۱۔ اول تو یہودیوں کی طرف سے اسے خطرہ ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ بڑی بڑی حکومتوں کی اعانت و امداد سے یہودیوں نے ہزاروں سال کی سرگردانی کے بعد ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو فلسطین میں اپنی ایک حکومت قائم کر لی ہے۔ ادارہ اقوام متحدہ کی پاس کردہ تجویز اس کی گواہ ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کا حکومت اسرائیل کے قیام میں کیا کردار تھا۔ اب اس کے بعد یہودیوں کا یہ مقصد کہ دنیا بھر سے یہودیوں کو لاکر یہاں بسایا جائے۔ پورا کیسے ہو، رقبہ زمین صرف چند ہزار مربع میل، اور اس میں بسانا مقصود ہے دو کروڑ سے زائد یہودیوں کو۔ ظاہر ہے کہ اس رقبہ زمین پر اتنے یہودی بسائے نہیں جاسکتے۔ اب تک صرف تیس لاکھ بسائے جا سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اسرائیل کی حکومت گردو پیش کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ یہ سارے علاقے مسلمانوں کے ہیں، اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ جنگ کے بغیر کوئی اپنے آپ کو جلاوطن کر کے اپنا علاقہ کسی کے سپرد نہیں کر دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسرائیل بار بار جنگ چھیڑتا رہے۔ اور مسلمانوں سے لڑتا رہے اور وہ اپنی اس تدبیر پر ۱۹۴۸ء سے اب تک بار بار عمل کرتا رہا ہے، اور عمل کرتا رہے گا۔ وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن سے نہیں رہ سکتا۔ امن سے اس کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

یہودیوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے انتظامات کئے ہیں

دنیا میں جہاں کہیں کوئی یہودی ہے حکومت اسرائیل کو اپنی حکومت سمجھتا ہے اور جان و مال سے اس کی امداد کرتا ہے۔ ان میں اتحاد و تنظیم کا وہ نقشہ نظر آتا ہے کہ اقوام عالم ان سے سبق لیں۔ اسی طرح پروپیگنڈا کے لئے انہوں نے دنیا کے بہت سے ممالک سے اپنے اخبار و رسائل نکالنے کا سلسلہ بڑی تنظیم اور بڑے اہتمام کے ساتھ شروع کر رکھا ہے۔ ان کے علاوہ مسلمانوں میں عموماً اور خصوصیت کے ساتھ عرب ممالک میں اپنے کارندے پھیلا رکھے ہیں۔ کچھ مناققوں کو انہوں نے خرید لیا ہے اور ان سے کام لے رہے ہیں۔ بعض لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن جہاد کو حرام سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صادق کہتے ہیں۔ لیکن ان کی نبوت کو ہدایت کے لئے ناکافی قرار دے کر اپنے لئے جدید نبی بنا رکھا ہے، یہ لوگ خصوصیت کے ساتھ یہودیوں کے لئے بڑے کارآمد ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ آسانی کے ساتھ مسلمانوں میں گھل مل جاتے ہیں اور صیہونیوں کی گراں قدر خدمات انجام دیتے ہیں۔ دولت کی تو یہودیوں کے یہاں کوئی کمی نہیں۔ ایسے مدعیان اسلام پر وہ بھی بارش زر کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ مسلمانوں میں مایوسی اور افتراق پیدا کرتے ہیں۔

دوسرا خطرہ ان سے ہے جو اسلحہ سازی کے کاروبار کو طلب کی کمی اور کساد بازاری سے بچانے کے لئے چاہتے ہیں کہ ہمیشہ کہیں نہ کہیں جنگ جاری رہے ورنہ اسلحہ کی مانگ کم ہو کر ان کا کاروبار بیٹھ جائے گا۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی حکومتوں میں اس قدر اثر پیدا کر لیا ہے کہ ان کی خارجہ پالیسی ان کے مقاصد کی غلام ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مفاد کے مطابق اس کی صورتگری کرتے رہتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ ان خطرات سے امت اسلامیہ کے یہ ذمہ دار قائدین و ملوک ہم سے بہت زیادہ آگاہ ہیں۔ اور خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان

کے مقصد اجتماع کو کس کس طرف سے اور کن اقسام کے لوگوں سے خطرات لاحق ہیں۔ یقیناً انہیں خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی یہ ہدایات بھی اچھی طرح یاد ہی ہونگی کہ :-

یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خیالاً (۳-۱۱۸)
ولا تطع الکافرین و المنافقین (۳۳-۴۷)۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مبارک مقصد کو ہر خطرہ سے محفوظ رکھے، اور انہیں شاندار کامیابی عطا فرمائے۔ حکومت پاکستان نے یہ کانفرنس طلب کر کے امت مسلمہ کی بلکہ دنیائے انسانیت کی گران قدر اور بڑی بے مثال خدمت انجام دی ہے۔ اس کے لئے پاکستان ساری دنیا کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

— — — —

۱۲ جنوری ۱۹۷۴ء کو صدر لیبیا جناب کرنل معمر قذافی صاحب اور جناب حبیب بورقیہ صاحب صدر دولت تونسہ نے تونس کے قریب ایک جزیرہ میں بیٹھ کر دونوں ملکوں کو ملا کر ایک ملک بنادینے کا معاہدہ کر لیا اس ملک کا نام ہوگا، الجمهورية الاسلامیة العربیة۔ اس ملک کا رقبہ اور آبادی یہ ہوگی۔

لیبیا۔ رقبہ - ۶۷۹۳۵۹ مربع میل - آبادی - ۲.۷۰۰۰۰۰

تونسہ۔ رقبہ - ۶۳۳۷۸ مربع میل - آبادی ۵۲۵۳۰۰۰

الجمهورية الاسلامیة العربیة۔ رقبہ - ۷۴۲۷۳۷ - اور آبادی - ۷۳۲۳۰۰۰

لیبیا رقبہ میں بڑا اور ذرائع آمدنی کے اعتبار سے زیادہ خوش حال و دولت مند ہے۔ صدر لیبیا کا اتحاد کے لئے یہ ایثار بہر نوع قابل صد آفریں ہے۔ وہ اس سے پہلے بھی مصر کے ساتھ انضمام کی سعی کرتے رہے ہیں اور مصر تدریجی طور پر مختلف مرحلوں میں انضمام کے لئے راضی ہو گیا تھا۔ لیکن صدر لیبیا

کو اس پر اصرار ہے کہ انضمام کا عمل مکمل طور پر اور یکبارگی ہوجانا مناسب ہوگا۔

اللہ کرے کہ تونسیا کے ساتھ لیبیا کا انضمام مکمل ہو جائے۔ اور دونوں علاقوں کے لوگ جو اس انضمام سے بہت خوش ہیں، اس جدید انتظام سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے جو یہ چھوٹے چھوٹے ممالک بنائے گئے ہیں، وہ یورپ کی استعماری حکومتوں کی سیاست گری ہے اس سے انتظام کا غیر ضروری بوجھ عوام کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی حکومتیں اس قدر کمزور رہتی ہیں کہ ترقی کے منازل کاسیابی کے ساتھ طے نہیں کر سکتیں۔ وہ ہر بات کے لئے ان ہی مستعمرین کی محتاج رہتی ہیں جن سے بہ مشکل انہیں گلو خلاصی حاصل ہوئی ہے۔ اور شاید ایسی چھوٹی چھوٹی حکومتیں بنانے سے مستعمرین یورپ کا مقصد بھی یہی ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ ہمارے قائدین اور رہنما ایثار سے کام لے کر مستعمرین کی سیاست گری اور استحصال کا مقابلہ کریں۔ ورنہ صورت حال یہ رہے گی۔ کہ ع

وہ قید میں ہیں اب بھی جو چھوٹے ہیں قید سے

(بقیہ صفحہ ۳۵۴)

کے لئے تحقیقی کام ہو رہا ہے ان میں سے چند یہ ہیں :-

- ۱ - برصغیر پاک و ہند میں دعوت اسلامی اور اس کا ارتقاء۔
- ۲ - جزائر ملایا میں اسلامی دعوت کی تاریخ۔
- ۳ - نواب صدیق حسن خان نواب بھوپال اور مطالعہ قرآن و سنت کی ترویج کے لئے ان کی مساعی۔
- ۴ - سری لنکا (سیلون) میں دعوت اسلامی کی تاریخ، تفصیلات اور اس کے ارتقائی مراحل کی توضیح۔
- ۵ - مولانا حمید الدین فراہی - ان کی زلدگی، ان کا طریقہ تفسیر اور پاک و ہند میں ان کے طریقہ تفسیر کے اثرات۔